آدابِ نعت گوئی و نعت خوانی کے لوازم

محمد نقیب اللہ رازی
لیکچرار، شعبہ اسلامیات، چترال یونیورسٹی

Abstract:

Naat is a charming style of rendering flowers of devotion and love in the court of last prophet Hazrat Muhammad Mustafa (PBUH). Its two forms are very important. One is Naat writing, which is related to the creation of Naatiya verses and the other is Naat recitation, which is related to the presentation of Naat with rhythm, pleasant tone and musicality. Above mentioned both types have their own manners. Many Naat poets and Naat reciters do not take care of these manners and instead of getting virtues, it becomes a source of sin for them. In this paper, such manners have been highlighted in the light of Quran, Hadith and Islamic teachings so that the sacredness of this genre may be maintained and purity can be developed in the creation and recitation of Naat.

Keywords:

اعمال وافعال (Amal-o-Afaal)، تذکرہ (Tazkrah)، قوتِ نطق (Quwat-e-Noutq)، قول و فعل (Qoal-o-Fail)، استشہاد (Istashhad)، اتباع (Itabba)، تشکیک (Tashkeek)، کاہن (Kahan)، باصلاحیت (Baslaheyat)۔

نعت کا موضوع ہی آنحضرت ﷺ کی ذات والاصفات ہے، آپ ﷺ کے اوصاف ،کمالات وجمال، اخلاق و معاشرت، سلوک و معرفت، تعلیمات و تربیت، اعمال وافعال وغیرہ کے حوالے سے کوئی تذکرہ اگر نثری بیان میں ہو تو سیرت کا نام دیا جاتا ہے، اگر موزون و منظوم طرزِ بیان سے ہو، تو نعت کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ پھر اس میں مزید تعمیم آتی ہے کہ کوئی شخص آقائے دو جہان، محبوبِ عالمین ﷺ کے بارے میں اپنے مافی الضمیر کا اس طرح منظوم اظہار کرے کہ جس میں آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ، کمالات واختصاصات، اور آپ ﷺ کے متعلقات، جس میں آپ ﷺ کا حلیہ مبارکہ اور شہر مطہّرہ مدینہ منوّرہ تک کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ سے اپنی سچی عقیدت و محبّت کا اظہار سنجیدہ اور باوقار اسلوبِ بیان سے ہو، شامل ہے۔ یہ شعری اصطلاح

خالص مسلم ادبیات کے حوالے سے اسلامی ادبیات کا خاصہ بن کر دنیا میں رائج ہو چکی ہے۔اگرچہ موجودہ اصطلاحی مفہوم اپنے وجود کے لحاظ سے اسلام سے قبل،بلکہ تخلیق کائنات کے ساتھ ساتھ عالم میں موجود تھا،اسلامی ادبیات میں اس مفہوم کو نظم ونثر کے الگ الگ حصوں میں تقسیم کرکے مستقل صنفِ ادب کا درجہ دیا گیا۔ بنیادی طور پر نثری توصیف پر بھی نعت کا اطلاق کیا گیاہے۔امام سبکی رحمہ اللہ کا شعر ہے:

وفی کلّ کتب اللہ نعتک قد اتیٰ　یقص علینا ملّۃ بعد ملۃ(۱)

نعت کیا ہے؟:

آنحضرت ﷺ ہی وہ ہستی ہیں جن کی خاطر کائنات کو وجود کی نعمت بخشی گئی۔اور ازل سے آپ ﷺ کی تشریف آوری کا اعلان ہوتا رہا۔اس نقطۂ نظر کو سمجھنے کے لئے تین چیزیں قابلِ غور ہیں،اول تخلیقِ مخلوق ، دوسری تخلیق کائنات اور تیسری چیز سلسلۂ رسالت ونبوّت۔چنانچہ تخلیقِ خلقت کے بنیادی فلسفے کو اللہ تعالیٰ نے ایک حدیث قدسی کے حوالے سے یہ بیان فرمایاہے:

کنتُ کنزاًمخفیّا،فأحببتُ ان اُعرفَ،فخلقتُ الخلق لأعرف(۲)

"میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا،تو میں نے یہ چاہا کہ میں پہچانا جاؤں،تو میں نے مخلوق پیدا کی"۔

بعض محدّثین نے اس حدیث پر کلام بھی کیاہے،مگر ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی درست ہے،اور قرآن کی اس آیت سے مستفاد ہے:

وماخلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون:ای لیعرفون کمافسرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما(۳)

فلسفۂ تخلیق کائنات کے بارے میں بھی "حدیثِ لولاک "موجود ہے،بلحاظِ سند کمزور ہونے کے باوجود محدثین نے اس کو کثرت طرق کی بناپر قبول کیاہے۔دیلمی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اتانی جبریل فقال:یامحمّد!لولاک ماخلقت الجنّۃ ولولاک ماخلقت النّار وفی روایۃ ابن عساکر لولاک ماخلقت الدّنیا(۴)

"میرے پاس جبریل علیہ السلام اللہ کا یہ پیغام لے کر آیا:اے محمد!اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں جنّت کو پیدا نہ کرتا،اور اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں جہنم کو نہ پیدا کرتا،اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ:اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں دُنیا کو پیدا نہ کرتا"۔

تیسری چیز اعطائے رسالت ہے۔جس کی وضاحت خود قرآن کریم میں موجود ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا(۵)

"اور جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کتاب اور دانائی عطا کروں، پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے، جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمھیں ضرور اس پر ایمان لاناہو گا،اور ضرور اس کی مدد کرنی ہو گی۔اور (عہد لینے کے بعد)پوچھا، بھلاتم نے اقرار کیا؟اوراس اقرار پر میرا ذمہ لیا؟(یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا؟) انھوں نے کہا،ہاں ہم نے اقرار کیا"۔(ترجمہ مولا فتح محمد جالندھریؒ)

مفسرین نے کہاہے کہ عالمِ ارواح میں تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے نبیٔ آخر زمان حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا تھا۔اس کے ساتھ قرآن مجید کی دیگر تصریحات بھی اس کی تصدیق کر رہی ہیں کہ ہر آنے والا پیغمبر اپنی امت کو آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت بھی دیا کرتا تھا اور آپؐ پر ایمان لانے کی بھی تلقین کیا کرتا تھا۔عیاض(۶) گزشتہ آیت کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں:

> "ابوالحسن قابسیؒ فرماتے ہیں:اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو وہ خصوصیت عطافرمائی ہے جو آپؐ کے سوا کسی اور کے حصے میں نہیں آئی، وہ خصوصیت اس آیت میں ذکر کی گئی ہے۔مفسرین نے کہاہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سب سے یہ عہد لیاہے،پس جب بھی کوئی نبی مبعوث فرماتے،تو اس کے سامنے محمد ﷺ کا تذکرہ فرماتے اور آپ ﷺ کی تعریف فرماتے اور آپؐ کازمانہ پالینے کی صورت میں آپؐ پر ضرور ایمان لانے کا عہد لیا کرتے تھے۔اور یہ بھی کہ وہ اپنی قوم کو بھی آپؐ کے بارے میں بتائے، کہ وہ بھی یہ بات اپنے بعد آنے والوں کو بتاتے جائیں"۔

ان تینوں مقدمات کے پیشِ نظر یہ کہنا بجاہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتِ واحد تنِ تنہا تھا، مخلوق کو اپنی عبادت اور معرفت کے لیے پیدا فرمایا۔چونکہ اصل مقصود اپنے حبیب ﷺ کو پیدا کرنا تھا،ان کی خاطر ساری کائنات کو وجود بخشا۔کائنات کی اصلاح کی خاطر انسانوں میں انبیائے کرام بھیجنے کی ضرورت تھی،تو تمام انبیائے کرامؑ سے یہ عہد لیا گیا کہ تم سب اگر میرے حبیب ﷺ پر ایمان لے آتے ہو،تو تمھیں بھی رسالت ونبوّت سے سرفراز کر دیا جائے گا۔سب نے عہد کر لیا،تو ان کو نبوّت بھی آقائے دوجہاں ﷺ کے صدقے مل گئی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ کا تذکرہ روزِازل سے جاری رہاہے،اور تاقیامت جاری رہے گا۔اسی کو ہم یوں تعبیر کرسکتے ہیں کہ نعتِ رسول ﷺ کا سلسلہ تخلیقِ کائنات سے قبل شروع ہو چکا تھا، پھر تقسیم ہو کر نثر و نظم میں بٹ گیا،اب نثری تذکرہ کو سیرت کہتے ہیں اور منظوم تذکرہ کو نعت کہا جاتا ہے۔دونوں کا مقصدِ اوّلین یہی ہے کہ از

ازل تا ابد کائنات میں آنحضرت ﷺ کی محبّت وعقیدت اور ذکرِ جمیل کا چرچا قائم رہے، جس کا وعدہ خود خدائے لم یزل نے فرمایا ہے:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (۷) "ہم نے ترا بول بالا کر دیا"۔

جس کو اقبالؒ نے ان الفاظ میں بیان کر دیا ہے:

قوّت عشق سے ہر پست کو بالا کردے   دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کردے

جس کی شان اتنی بلند کر دی جائے کہ ساری کائنات میں "بعد از خدا بزرگ تُوئی قصّہ مختصر" کا نعرہ ہی سنائی دے۔ اسی کیفیت میں ڈوب جانے کا نام "نعت" ہے، جس کا آغاز عشقِ نبی ﷺ سے ہوتا ہے۔ اور فنافی الرّسول ﷺ تک پہنچ کر اپنی منزل پالیتا ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اس موقع پر خوبصورت بات لکھی ہے، وہ(۸) فرماتے ہیں:

"خلاصہ یہ کہ شعر کا موضوع محبّت ہے اور محبّت کا اصل موضوع حضور سرورِ عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی، اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے تو شاید زیادتی نہ ہو کہ شعر کا اصل موضوع ہی آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی ہونی چاہئے اور شعر در حقیقت وہی شعر ہے جو اللہ یا اس کے رسول ﷺ کی محبّت میں کہا گیا ہو۔ یہ اور بات ہے کہ کبھی محبّت کا یہ موضوع صاف لفظوں ظاہر کر دیا جائے تو اس کا نام "نعت" رکھ دیا جائے، اور کبھی اسے استعارے کا لباس پہنا کر اسے "غزل" سے تعبیر کر دیا جائے۔"

نعت گوئی بحیثیتِ نذرانۂ عقیدت:

مسلمانوں نے نعت گوئی محض ادبی ذوق کی تسکین کے لیے اختیار نہیں کیا، بلکہ وہ اس کو بھی درود وسلام کی طرح آقا ﷺ کے حضور نذرانۂ عقیدت کے طور پر پیش کرتے آئے ہیں۔ ان کے ہاں یہ بھی ایک سعادت اور باعثِ اجر وثواب نیکی ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کے لیے زبان دی ہے، پھر بولنے والوں میں بعض کو سخن گوئی کی نعمت عطا فرمائی ہے۔ تو قوّتِ نطق کی نعمت پر اللہ کا ذکر انسان پر لازم ہے، اور استعدادِ سخن گوئی کی نعمت پر حمد ونعت کہنا ہی زبان کو زیب دے سکتا ہے۔ بلکہ نعت گوئی کو سخن گوئی کا شکرانہ کہیں، تو غیر مناسب نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے شعر گوئی کی صلاحیت سے نوازا ہو، تو یہ اس نعمت کی ناقدری ہوگی اگر اس صلاحیت کو محبوبِ خدا ﷺ کی توصیف سے محروم رکھا جائے:

خدا کا ذکر کرے، ذکرِ مصطفیٰؐ نہ کرے   ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں، خدا نہ کرے

نعت کو بھی بنیادی طور پر شاعری کی ایک صنف کی حیثیت سے انھی اوصاف اور فنی نزاکتوں سے مملو ہونا چاہئے جو ایک اچھے کلام کے اندر ہوا کرتی ہیں ،جن خصوصیات کی بنا پر ایک محقق اور نقّاد کسی کلام کا معیار متعین کر لیا کرتا ہے۔ لیکن نعت گوئی محض شاعری بھی نہیں، بلکہ کارِ ثواب میں سے ایک عقیدت مند اور مقدس فن بھی ہے۔اس کو نیکی بنانے کے لیے بہت سے لوازمات ہیں، جس طرح ہر عبادت کے آداب ہوا کرتے ہیں ، جن کی پاسداری کے بغیر عبادت تو ادا ہو سکتی ہے، مگر قبولیت کے درجے تک پہنچنے کے لیے آداب کی رعایت ضروری ہوتی ہے۔ یہاں نعت گوئی چند ضروری آداب کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

مستند حوالہ:۔

نعت گوئی محض شاعرانہ تخیّلات پر مبنی نہ ہو، بلکہ مستند حوالوں پر مشتمل ہو۔ یہ لحاظ رہے کہ آپ ﷺ سے منسوب کوئی بات شاعر کی اپنی اختراع نہ ہو، بلکہ قرآن وحدیث اور آثار صحابہؓ سے مستنبط ہو۔ بعض شعرا کے کلام میں ایسی باتیں بھی ملتی ہیں جن میں اللہ تعالی اور محبوبِ خدا ﷺ کے درمیان مکالمہ کی صورت میں یا آں حضرت ﷺ کی طرف منسوب کرکے کوئی بات کہی گئی ہوتی ہے، حالانکہ اس کا ثبوت کہیں بھی موجود نہیں ہوتا۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ کوئی بات اگر اللہ کی طرف منسوب کی جائے، تو وہ یا تو قرآن کی آیت ہو گی، یا حدیث قدسی کہلائے گی۔ اور اگر براہ راست آپ ﷺ سے منسوب کی جائے تو اس کو حدیث کہا جاتا ہے۔ اب اگر اس قسم کی بات کا کوئی ثبوت مستند حوالے سے نہ ہو، تو وہ اللہ تعالیٰ اور رسولِ خدا ﷺ پر جھوٹ باندھنے کے زمرے میں آئے گی، جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

من کذب علیّ متعمد افلیتبوأ مقعدہ من النّار (۹)

"جو شخص قصداً (میری طرف منسوب کرکے) مجھ پر جھوٹ باندھے، تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں سے بنائے"۔

عام شاعری اور نعت گوئی میں یہی بنیادی فرق ہے کہ عام شاعری عموماً فرضی خیالات اور بیجا مبالغہ آرائی کے جوڑ توڑ سے دلچسپ بنائی جاتی ہے، مگر نعت میں ایسی گنجائش نہیں۔ مثلا آپ ﷺ کا حلیہ مبارکہ، آپؐ کے شب وروز کے معمولات، مکی ومدنی دور کے حالات، غزوات ، معجزات اور خصوصیات وغیرہ کا تذکرہ مستند حوالوں کے بغیر حبیبِ خدا ﷺ پر افترائے کذب میں شمار ہو گا۔ تاہم کسی واقعے کی منظر کشی اور کسی مستند نسبت سے متعلق تأثرات کا بیان ایک نعت خوان اپنی جانب سے کر سکتا ہے، مگر اس میں بھی اعتدال اور حقیقت بیانی کا عنصر ہونا لازمی ہے۔

تاہم محدّثین نے اتنی گنجائش رکھی ہے کہ فضائل میں کمزور اور ضعیف روایات سے بھی بوقتِ ضرورت مدد لی جاسکتی ہے۔ مگر موضوع روایات سے اجتناب کرنے پر ہی زور دیا گیاہے۔ سرورِ کائنات محبوبِ ربّ العالمین ﷺ کی توصیف میں اگرچہ مستند روایات اور حوالوں کی کوئی کمی نہیں ہے، مگر تحقیق و معرفت اور علم وآگہی وسعت مطالعہ کے حوالے سے ہر شخص اس معیار کا نہیں ہوسکتا، کہ ہر کس وناکس کی رسائی وہاں تک ہوسکے۔ اس لیے جس طرح اعمالِ خیر کی طرف رغبت دلانے کے لیے ضعیف روایات کا سہارا لینے کی گنجائش موجود ہے، تو نعت گوئی بھی افضل الفضائل عمل ہونے کی بناپر اس میں بھی بطریقِ اولیٰ گنجائش ہوسکتی ہے۔

طبعی و عملی مناسبت:

شعری زبان میں عام طور پر اپنے ممدوح سے محبّت کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ پھر عشقِ مجازی میں محبوب پر جان تک نچھاور کرنے اور آسمان کے تارے توڑ لانے کے دعوے کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہوائی باتیں ہوا کرتی ہیں، جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے میں قرآن مجید میں فرمایاہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ، اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ، وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ (۱۰)

"اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سرمارتے پھرتے ہیں، اور کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں"۔

گویا شاعری میں عموماً تخیّل اور فرضی باتوں پر زور دیا جاتاہے اور قول و فعل میں تضاد بھی ہوا کرتا ہے، اس طرح شاعر اور اس کے ممدوح میں کوئی نسبت موجود نہیں ہوتی۔ مگر نعت میں یہ کیفیت بالکل لاحاصل ہے، کیونکہ نعت گوئی کا مقصد آقا ﷺ سے اپنی عقیدت اور محبّت کا اظہار کرنا ہوتا ہے، جب تک اس محبّت کے آثار عملی طور پر شاعر کے اندر نظر نہ آئیں، تو نعت گوئی بھی محض زبانی دعویٰ سے بڑھ کر کوئی کارِ نمایاں ثابت نہیں ہوسکتی۔ صدّیقی(۱۱) فرماتے ہیں:

> "ان دنوں نعت گوئی ایک فیشن بن گئی ہے، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور عام مشاعروں کے لیے ایسے شعرا بھی نعتیں کہہ رہے ہیں۔ جن کا کوئی رشتہ اسلام اور اس کی روایات اور ذاتِ اکرم و اقدس ﷺ سے نہیں، ایسے شعرا کے ہجوم میں مقامِ رسالت کے شناسا اور مرتبہ دان شعرا کا قد و قامت صاف پہچانا جاتا ہے"۔

نعت خوانی کا حق اس وقت ہی ادا ہو سکتا ہے جب نعت خوان اور محبوبِ خدا ﷺ کے درمیان کوئی نسبت بھی ہو۔ نعت گو کو دیکھ کر ہی اندازا ہو جائے کہ نعت لکھنا اسی کو زیب دے سکتا ہے۔ چنانچہ اردو نعت گوئی کے حوالے سے مسرور کیفیؔ کی نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے کشفیؔ (۱۲) لکھتے ہیں:

"بیوی نے اوپر آکر کہا: کوئی صاحب آئے ہیں، میں اُن سے آپ کی کیفیت بیان نہیں کر سکی، کیونکہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے حضور ﷺ سے انہیں نسبتِ خصوصی ہے۔ میں انہیں منع نہیں کر سکی۔ آپ نیچے جا کر مل لیں،۔ میں نیچے آیا تو دیکھا کہ مسرور کیفیؔ صاحب تشریف فرماہیں۔ یہ بات میں نے انہیں سنائی تو رونے لگے اور ہچکیاں بندھ گئیں۔ اور اس صبح میں نے اس حقیقت کو محسوس ہی نہیں کیا، بلکہ آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اُن کے نعتیہ اشعار، اُن کے چہرے کے خدو خال میں حضور ﷺ سے نسبت کے نشان کی طرح ڈھل گئے ہیں"۔

اسی حوالے سے حسنی (۱۳) نے بہت پیاری خوبصورت بات کہی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"مگر ادب کی دنیا میں یہ ستم ظریفی بھی عام رہی ہے کہ جب کوئی رجحان مقبولیت حاصل کر لیتا ہے تو وہ لوگ بھی اس کی طرف راغب ہو جاتے ہیں جو اس سے کوئی طبعی مناسبت نہیں رکھتے۔ ترقی پسندی کے عروج نے ہمارے بہت سے رومانی شاعروں کو اسی طرح تباہ کیا۔ نعت گوئی کے معاملے میں بھی یہی ہوا۔ کہنہ مشقی اور قادرالکلامی کے بل بوتے پر بہت سے لوگ میدانِ نعت میں در آئے، لیکن نعت گوئی محض شاعری نہیں ہے۔ یہ ماورائے شاعری بھی بہت کچھ ہے، اور وہیں سے وجود میں آتی ہے"۔

نعت بحیثیتِ درود و سلام:

نعتِ گوئی کو تسکینِ ذوق کا ذریعہ سمجھیں یا اظہارِ عقیدت کا گلدستہ، مگر حقیقت میں یہ اپنی زبان میں درود و سلام پیش کرنے کا ایک عمومی اسلوب ہے، جس پر پوری امّتِ مسلمہ عمل پیرا ہے۔ جس طرح درود و سلام کے ایک تو مسنون و منصوص جملے ہیں، اور ان کے ساتھ اکابرینِ امّت اور اولیاے کرام کی جانب سے بھی بعض درود و سلام رواج پا چکے ہیں۔ اسی طرح شعراے نعت نے بھی ہمیشہ سے سلام کا مستقل طریقہ اپناتے ہوئے آرہے ہیں۔ اور یہی توقع کی جاتی ہے کہ ہم اپنی زبان میں درود و سلام پیش کر رہے ہیں۔ پس درود و سلام پیش کرنے کے جو جو آداب ہیں، نعت گوئی میں بھی ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اس حوالے سے ہمارے سامنے اکابرین کی ایسی نعتیں مشہور ومتداول ہیں، جنھوں نے نعت گوئی کے ساتھ درود وسلام کو نعت کی مستقل صنف کی حیثیت سے اجاگر کردیا، میں ان سب اکابرین کو اس صنف میں مقتدا تسلیم کرتا ہوں۔ جن میں امام بوصیریؒ، مولانا رومیؒ، مولانا جامیؒ، مولانا احمد رضا خان بریلویؒ، مولانا الطاف حسین حالیؔ، مولانا ظفر علی خان، جناب امیر مینائی، علامہ منصور بجنوری، مولانا سیّد امین گیلانی، امۃ اللہ تسنیمؔ ہمشیرہ سیّد ابوالحسن علی ندوی، ڈاکٹر رائیس احمد نعمانی، مولانا مفتی کفیل الرحمٰن نشاطؔ، مولانا محمد اظہار الحق مظہر قاسمی، ڈاکٹر عبدالحی عارفیؔ، مولانا محمد زکی کیفیؔ، مولانا عبدالعزیز ظفرؔ، جناب سیّد نفیس الحسینی، جناب ماہر القادری، جناب عروج قادری، جمیل عظیم آبادی، اقبال عظیم، روشن صدّیقی، درّ شہوار نرگس وغیرہ کے نام خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ بھی نعت گوئی اپنی داخلی حیثیت سے بھی درود وسلام ہی ہے۔

انتخابِ الفاظ:۔

ادب نام ہی منتخب الفاظ کے موزوں استعمال کا ہے۔ پھر شاعری کا کمال ہی الفاظ کی ہیر پھیر سے نئے معنی کے ساتھ نزاکت پیدا کرنے میں ہے۔ نعت گوئی میں اگر داخلیت کا جائزہ لیا جائے تو قرآن مجید اور احادیث نبوی کی صریح ثنائے مصطفوی ﷺ سے بڑھ کر کونسے معنی کی تلاش ہو سکتی ہے؟۔ بس ایک ہی راستہ بچتا ہے کہ انتخاب الفاظ کی طرف زیادہ توجہ دی جائے۔ مثلا "خاتم النّبیین" آپ ﷺ کی وہ صفت ہے جو قرآن وحدیث کی واضح تعلیمات میں اظہر من الشمس ہے۔ مگر اسی صفت کو ہر ایک شاعر نے اپنے الفاظ اور اپنے انداز سے بیان کیا ہے۔ اب کسی محقق کو کسی شاعر کی نعتیہ شاعری میں اس معنی کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں رہتی، یہ معنی پہلے سے موجود ہے، اس کی تحقیق کا میدان یہ ہوگا کہ اس خیال کو نعت گو نے کس اسلوب وانداز سے اپنایا ہے؟، اس کے لیے کون کون سے الفاظ اس نے منتخب کیے ہیں؟۔ انتخابِ الفاظ کی تعلیم خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۗ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۱۴)

"اے اہلِ ایمان! (گفتگو کے وقت پیغمبرؑ خدا سے) "راعنا" نہ کہا کرو،، اُنظرنا کہا کرو، اور خوب سن رکھو، اور کافروں کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے"۔ (ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھریؒ) طاہر القادری (۱۵) لکھتے ہیں:

> "یہاں مخاطب اہلِ ایمان ہیں، اس لئے ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ بنیّتِ تحقیر واہانت کوئی لفظ بولیں گے۔ یقینا جب بھی وہ کوئی لفظ استعمال کریں گے تو وہ بغیر نیت اور ارادۂ توہین کے ہوگا، لیکن اس کے باوجود اہلِ ایمان کو سختی سے منع کیا گیا ہے کہ ایسا لفظ کبھی بھول کر بھی استعمال مت کریں کیونکہ یہ نہ صرف گستاخی ہے بلکہ کفر ہے۔ غرضیکہ محض بطور وہم کے بھی جس میں تحقیر

اور توہین کا پہلو پایاجائے،تو ایسالفظ شانِ رسالت مآب ﷺ میں بولنے والا شخص کافر ہوجاتاہے۔اگرچہ وہ اس لفظ کے استعمال سے اہانت وتوہین اور تنقیص وتحقیر کی نیت بھی نہ رکھتاہو،اس لیے قرآنِ حکیم نے بے ادبی وگستاخی سے رکنے کا حکم دے کر آخر پر فرمایا:وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ(اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے)"۔

یہ یادرہے کہ نعت گوئی ایک حیثیت سے منظوم سیرت نویسی بھی ہے۔نعت کا ہر شعر سیرت النّبی ﷺ کے کسی گوشے کو ضرور اجاگر کررہاہوتاہے۔اس حیثیت سے ایک اچھے سیرت نویس کے اوصاف نعت گو کے اندر بھی پائے جاتے ہیں۔عیاض(۱۶)لکھتے ہیں:

واذا اخذ فی ابواب العصمۃ وتکلّم علی مجاری اعمالہ واقوالہ ﷺ تحرّی احسن اللفظ وآدب العبارۃ ماامکنہ، واجتنب بشنیع ذالک وھجر من العبارۃ مایقبح کلفظۃ الجہل والکذب والمعصیۃ"جب آنحضرت ﷺ کی عصمت کے باب میں بات شروع کرے،اور آپؐ کے معمولات اور اقوال کے حوالے گفتگو کرے،تو حتّی الامکان سب سے اچھے الفاظ اور سب سے بڑھ کر مہذّب عبارت کا انتخاب کرے،اور اس باب میں کسی بھی قسم کی غیر شائستگی سے اجتناب کرے۔اور ایسی عبارت(اور الفاظ)کو ترک کرے جو قبیح ہوں،جیسے "جہل،جھوٹ،اور گناہ"کے الفاظ ہیں"۔

یعنی کوئی بات اگر بعد میں وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو بتائی گئی،تو اس سے پہلے والی حالت کو جہل سے تعبیر کرنا بے ادبی شمار ہوگا۔ایسے مواقع میں الفاظ کے انتخاب پر بار بار سوچنے کی ضرورت ہوگی۔یہ نہیں کہ کوئی قافیہ ہاتھ آیا،بس جوڑ ملاکر شعر مکمل کرلیا،بلکہ یہ بھی سوچ لے کہ یہ میرے ایمان کا مسئلہ ہے،کہیں ایسانہ ہو کہ بلاارادہ بھی کوئی غیر شائستہ لفظ یاجملہ صادر ہوجائے،اور ثواب کی جگہ گناہ اور ایمان کے بجائے کفر کی مذلّت میں پڑ جائے۔یہی وجہ ہے ایسے نادانستہ صادر ہونے والے الفاظ کو فوراًمٹادینااور اس کو دوبارہ سننے نہ پانے کی کوشش کرنا بھی لازم ہے۔ورنہ سننے والا،دیکھنے اور پڑھنے والا اور خاموش رہنے والا بھی اس گناہ میں برابر کا شریک ہوگا۔بلکہ سیرت نویسوں نے اس قسم کی روایات کو بھی لینے سے انکار کردیاہے جس میں کسی قسم کی بے ادبی کا وقوع تو چھوڑیئے،بے ادبی کا صرف ادنٰی شائبہ ہی کیوں نہ ہو۔قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

وقد ذکر من الّف فی الاجماع،اجماع المسلمین علی تحریم روایۃ ماھجی بہ النّبی ﷺ وکتابتہ وقراءتہ وترکہ متی وجد دون محو(۱۷)

"جنھوں نے امّت کے اجماعی مسائل پر کتابیں لکھی ہیں، انھوں نے یہ لکھا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اہانت پر مبنی کسی بھی روایت کو قبول کرنا، اس کو لکھنا، پڑھنا اور جب ایسی روایت ملے، تو اس کو مٹائے بغیر چھوڑ دینا سب حرام ہے"۔

تاہم بعض متاخرین علما نے کسی توہین آمیز بات کا جواب دینے کے لیے حکایت اور استشہاد کے طور پر نقل کرنے سے منع نہیں کیا ہے، بشرطیکہ احسن طریقے سے اس کارد کر سکے۔(۱۸)

پھر بھی ایسی چیزوں سے احتراز واجتناب بہتر ہی ہے، کیونکہ عربی کا مقولہ ہے "الحاکی احد الشاتمین" حکایت کرنے والا بھی شاتمین (گالم گلوچ کرنے والوں) میں سے ایک ہے"۔

ادب واحترام:۔

شعری زبان عموماً کچھ بے باک واقع ہوئی ہے، بسا اوقات ایک شاعر وہ بات کہہ بیٹھتا ہے جو عام گفتگو میں بھی کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اسی نفسیات کو قرآن مجید نے "فی کلّ واد یھیمون" کہہ کر بیان فرمایا ہے۔ یہ بے لگامی بسا اوقات نعت گو شعرا کو نادانستہ بے ادبی کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے باب میں ایسی باتیں انسان کے اعمال اکارت کر دیتی ہیں۔ رسول خدا ﷺ کے حوالے سے خود اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم فرمائی ہے کہ آپ ﷺ سے اندازِ تخاطب کیسا اختیار کرنا چاہیئے؟۔ ارشاد فرماتے ہیں:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (۱۹)

"تم رسولؐ کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو"۔

اس میں دوسرے اداب کے ساتھ یہ بھی شامل ہے کہ آنحضرت ﷺ کو آپ کے نام سے نہ پکارا جائے، بلکہ القابات سے یاد کیا جائے۔ آلوسیؒ (۲۰) فرماتے ہیں:

المعنی لا تجعلوا نداءہ علیہ الصلاۃ والسلام وتسمیتہ کنداء بعضکم بعضا بأسمہ ورفع الصوت بہ والنداء من وراء الحجرات ولکن بلقبہ المعظم مثل یا نبی اللہ ویا رسول اللہ مع التّوقیر والتّواضع وخفض الصوت

"مطلب یہ ہے کہ تم آنحضرت ﷺ کے بلانے اور نام لے پکارنے، آواز اونچی کرنے اور پسِ حجرہ آواز دینے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی طرح مت سمجھو، بلکہ آپ ﷺ کو آپؐ کے قابلِ تعظیم القاب سے پکارا کرو، مثلاً یا نبی اللہ، اور یا رسول اللہ کہہ کر پکارو، اور ساتھ آپ ﷺ کی توقیر وتواضع کے اپنی آواز بھی پست رکھا کرو"۔

یہ آداب نعت گوئی میں بھی مطلوب ہیں، بہت سے شعرا اس کالحاظ رکھے بغیر آپ ﷺ کانام گرامی "محمدؐ" اپنے کلام میں لاتے ہیں، جس بلاضرورت بے تامل ہر کہیں لے آنا بے ادبی میں شامل ہے۔ ذراسوچئے کہ قرآن مجید کے تیس پاروں میں صرف چار بار آپ ﷺ کا اصل نام لایا گیاہے، وہ بھی خاص حکمت کے پیشِ نظر، ورنہ آپ ﷺ کے القابات اور خطابات سے ہی آپ ﷺ کو یاد کیا گیاہے۔ طاہر القادری(۲۱) لکھتے ہیں:

"یہ حقیقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ قرآن حکیم امّت مسلمہ کو اپنے رسول ﷺ کے ساتھ گفتگو کرنے کا سلیقہ، آپ کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب، آپ کو پکارنے اور مخاطب کرنے کا طریقہ وادب، آپ کی اطاعت وو اتباع، محبّت و تعظیم کی تعلیم، آپ کی شانِ عبدیت، آپ کے خاتم النّبیین ہونے کا عقیدہ اور آپ کے اعلیٰ اخلاق وکردار، غرضیکہ ہر چیز سے متعارف کرایاہے۔ جہاں کہیں بھی بالواسطہ بے ادبی و گستاخی کا شائبہ بھی پیدا ہوا، تو فوراً آیتِ قرآنی کی صورت میں حکم دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے راستے مسدود کر دئے گئے"۔

توصیف میں اعتدال:۔

نعت گوئی میں اعتدال بہر صورت مطلوب ہے، چاہے آپ ﷺ کے اوصاف و کمالات کا تذکرہ ہو، یا آپؐ کے مخالفین کا جواب اور ان کے اعتراضات کی رد مطلوب ہو۔ یہ تعلیم بھی اللہ تعالیٰ نے امّت کو دی ہے، کہ ذاتِ اقدس ﷺ سے متعلق کوئی وضاحت مطلوب ہو، یا کسی تشکیک کی رد اور سوال کا جواب دیناہو، تو سب سے بہتر طریقۂ اعتدال یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ اور فضائلِ جلیلہ کو اجاگر کیا جائے۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ سے منسوب ایک نسبت "اُبوّت" زیرِ بحث آئی، تو اس کی نفی مقصود تھی۔ تو اس کی من وجہ نفی بھی کی گئی، اور ساتھ ساتھ اس سے بھی بڑھ کر دو مزید نسبتوں اور مراتب کا ذکر کیا گیا، تو ارشاد ہوا:

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (۲۲)

"محمدؐ تمھارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں، بلکہ خدا کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوّت) کی مہر، یعنی اس کو ختم کر دینے والے ہیں"۔ (ترجمہ: مولانا فتح محمد جالندھریؒ)

ابوّت کی نسبت کی سراسر تردید بھی نہیں کی گئی، تاہم اس کے ساتھ روحانی نسبت کو دو اعلی اوصاف سے بیان کر کے اس کے مقابلے میں اس سے بھی بلند ترین نسبتوں کا تذکرہ فرما کر اعتدالِ مراتب کا بھی لحاظ رکھا گیا۔ اسی طرح دوسرے مقامات پر جہاں مشرکین نے اعتراض کیا، تو کسی تفصیل میں جانے کے بجائے انتہائی اختصار سے جواب

دینے پر اکتفا کیا گیا، کہ وہ شاعر نہیں، وہ کاہن نہیں، وہ مجنون نہیں، آپ کے اخلاق عظیم ہیں، آپ کا دشمن بے نام ونشان ہو گا، وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ اعتراضات کافی زیادہ بھی تھے اور طویل بھی۔

حدیث کی کتابوں میں ایک دلچسپ واقعہ یہ بھی آیا ہے کہ قریشِ مکّہ جب آپ ﷺ کو برا بھلا کہہ کر تنگ کیا، تو شاعر نبوت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے قریش کے ہجو کرنے کی اجازت چاہی، تو آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا: حسان! تو ان کی کس طرح ہجو کر سکے گا جبکہ میں بھی ان میں سے ہوں؟۔ تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا! آقاؐ، میں آپ کو ان میں سے اس طرح الگ کرلوں گا جیسے آٹے سے بال کو کھینچا جاتا ہے۔(۲۳)

دیکھئے آنحضرت ﷺ کے سوال کرنے کا مقصد یہی تھا کہ میں بھی قریشی ہوں، تو جب قریش کی ہجو کرے گا، تو بالواسطہ میں بھی اس میں شریک ہو سکتا ہوں۔ تو تنقید میں اعتدال پر نہیں رہ سکو گے۔ اس کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو بہت سے نعت گو اس کا خیال نہیں رکھتے، جن اماکن، اشخاص اور اشیاء سے آپ ﷺ کی نسبت قائم ہو چکی ہو، وہ نسبت بھی قابلِ احترام ٹھہرتی ہے۔ ایسے موقع پر احتیاط لازم ہے۔

مبالغہ سے اجتناب:۔

جس طرح محبوبِ خدا ﷺ کے حوالے سے الفاظ، گفتگو، اسلوب، معنی وغیرہ میں ادب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اسی طرح آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف میں بھی بیجا مبالغہ آرائی اور توصیف میں سوقیانہ انداز اور بے سند تخیلات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ یہ عقیدہ بہر صورت ملحوظ رہے کہ آقا ﷺ تمام جن وانس سے مقام ومرتبہ کے لحاظ سے افضل، اعلیٰ، ارفع، اکرم ہیں۔ لیکن اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اس پر تمام امّت کا اجماع ہے:

بعد از خدا بزرگ تُوئی، قصّہ مختصر

کیوں نہ ہو، جب اللہ تعالیٰ نے ابو الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے یہ فرمایا ہے:

لولا محمد ماخلقتک (۲۴)

"اگر محمد ﷺ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا"۔

اس کے بعد کسی اور کی فضیلت ومرتبہ پر بات کہنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ تمام انبیاے کرام پر ایمان لانے اور ان کے مقام نبوت ورسالت میں کمی بیشی کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (۲۵)

"ہم اس کے پیغمبروں سے کسی میں فرق نہیں کرتے"۔

مگر اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی ہے کہ وہ جسے چاہے سب سے بلند مرتبہ عطا فرمادے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ(۲٦)

"یہ پیغمبر (جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے ہیں)ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بعض ایسے ہیں جن سے خدا نے گفتگو کی، اور بعض کے (دوسرے امور میں) مرتبے بلند کیے"۔

چنانچہ تمام انبیاے کرام میں آقائے دوجہاں ﷺ کا مرتبہ ومقام سب سے بلند ہونا بھی ثابت اور اجماعی عقیدہ ہے۔اس کے باوجود یہ احتیاط رہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی پیغمبر کو دوسرے کسی بھی پیغمبر کے مقابلے میں پیش کر کے اس انداز سے فضیلت دینا کہ جس سے دوسرے پیغمبر کی تنقیص وہتک کا شائبہ ظاہر ہو، ہر گز جائز نہیں۔ خود آنحضرت ﷺ نے مختلف مواقع پر اس قسم کے تقابل سے منع فرمایاہے:

لاینبغی لنبیؐ ان یقول: اناخیر من یونس بن متیٰ(۲۷)

"کسی نبی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونسؑ بن متیؑ سے بہتر ہوں"۔

اماانّہ لاینبغی لاحد ان یکون خیرا من یحیٰ بن زکریا، اماسمعتم اللہ تعالیٰ حیث وصفہ فی القرآن "سیّدًا وحصورا ونبیّا من الصالحین"۔(۲۸)

"بات یہ ہے کہ کسی کے لیے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ یحیٰؑ بن زکریاؑ سے بہتر ہو، کیا تم نے یہ نہیں سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایاہے کہ وہ سردار ہے، حصور ہے، اور صالحین میں سے نبی ہے"۔

لا تُخیّرونی علی موسیٰ(۲۹)

"مجھے موسیٰ پر ترجیح مت دو"۔

لاتخیّروابین الانبیاء(۳۰)

"انبیاے کرام کے درمیان ترجیح مت دو"۔

ملاعلی القاریؒ نے اس موقع پر علامہ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے بہت خوبصورت وضاحت نقل کی ہے۔وہ (۳۱)لکھتے ہیں:

> "نبی کریم ﷺ نے انبیائے کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے سے اس صورت میں منع فرمایاہے کہ کوئی اپنی رائے کسی کو بڑھاچڑھا کر پیش کرے، اگر کوئی دلائل کے ساتھ کسی پیغمبر کو فضیلت دے تو وہ اس میں شامل نہیں۔ یا اس بناپر کہ اس سے جس پیغمبر پر فضیلت دی جائے اس کی تنقیص ہو جائے، یا یہ کہ اس سے ان کے درمیان خصومت اور مخالفت تک لے جائے، یا مطلب یہ ہے کہ "تم مجھے فضائل کے تمام انواع کے لحاظ سے اس طرح فضیلت نہ دو، کہ مفضول کے لئے

کوئی فضیلت ہی نہ رہے، یا یہ کہ نفسِ نبوّت میں ترجیح نہ دو، اس لئے کہ نبوّت کے لحاظ سب برابر ہیں، تفضیل وترجیح تو دوسرے خصائص اور فضائل کے اعتبار سے ہوتی ہے"۔

مزید یہ کہ تفاضل کے علاوہ بھی ذکر وتوصیف میں اس حد تک بڑھا کر پیش کرنا کہ آنحضرت ﷺ کا مقام نعوذ باللہ درجۂ الوہیت تک پہنچ جائے، یہ بھی بہت سنگین ظلم ہے۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے سختی سے تنبیہ فرمائی ہے:

لاتطرونی کما اطرت النصاری عیسی ابن مریم، فانّما انا عبدہ، فقولوا، عبد اللہ ورسولہ (۳۲)

"تم میری تعریف میں بیجا مبالغہ آرائی سے پیش مت آؤ، جس طرح نصاری حضرت عیسی ابن مریم کی تعریف میں حد سے بڑھ گئے تھے۔ میں تو بس اللہ کا بندہ ہوں، پس تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو"۔

اسی حوالے سے عثمانی (۳۳) لکھتے ہیں:

"عیسائیوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ محبّت کا دعوی کیا لیکن یہ کھوکھلی محبت در حقیقت اطاعت کے عنصر سے خالی ہے، اس لئے انہوں نے مبالغہ کرکے حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنادیا۔ اور حُبِ رسول جو مدارِ نجات تھی، وہ اس جاہلانہ مبالغہ کے نتیجے میں شرک کا ذریعہ بن گئی۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی امّت کو اس خطرناک انجام سے پہلے ہی قدم پر آگاہ فرمادیا۔ لہذا نعت کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں کسی بھی مرحلے پر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ان احکام کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہئے"۔

مختلف فیہ نظریات سے اجتناب:۔

قرآن وحدیث کی تصریحات کے علاوہ مستند کتب عقائد وسیرت میں آنحضرت ﷺ کے اوصاف وفضائل محفوظ ہیں۔ لہٰذا نعت میں کوئی خیال برتتے وقت انھی مستند روایات سے مدد لی جاسکتی ہے۔ جس طرح آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس تمام مسلمانوں کے لئے اپنی جان ومال اور عزت وآبرو سے زیادہ عزیز ہے، اسی طرح آپ ﷺ کا احترام بھی سب میں قدرِ مشترک اور جزوِ ایمان ہے۔ مسلمان چونکہ مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی ایک مکتبِ فکر سے محبت رکھنے والا شاعر نعت میں اپنے مکتبِ فکر کے کسی خاص نظریہ کو باندھ لیتا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں سوچتا کہ نعت سننے والے لاکھوں مسلماں صرف محبوبِ خدا ﷺ کی نعت سننے کے لیے تڑپ رہے ہوتے ہیں۔ جب وہ کوئی ایسا جملہ سن پاتے ہیں تو کچھ فائدہ ہو یا نہ ہو، مگر اتنا نقصان ضرور ہوتا ہے کہ وہ آئندہ ایسے نعت گو کی نعتیں سننے اور پڑھنے سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں حضور ﷺ کی نعت سے

ہمارے درمیان محبت بڑھنے کے بجائے باہمی نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ایسی مختلف فیہ نظریات کو نعت میں شامل کرنے سے اجتناب کرنا ہی بہت نتیجہ خیز ثابت ہو گا۔

یہ ادب بھی رسول اکرم ﷺ نے ہمیں سکھائے ہیں، حضرت ربیع بنت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہا سے روایت ہے،وہ کہتی ہیں:میری شادی ابھی ہو چکی تھی،تو آپ ﷺ تشریف لاکر میرے قریب بیٹھ گئے۔ ہماری (انصار کی نابالغ) بچیاں دف بجا کر شہدائے بدر کا مرثیہ پڑھنے لگیں۔ان میں سے ایک نے یہ مصرع پڑھا:

وفینا نبیّ یعلم مافی غد

"ہم میں وہ نبیؑ موجود ہیں جو کل کے بارے میں بھی علم رکھتے ہیں"۔ تو آپ ﷺ نے اس کو روکا،اور فرمایا:

دعی ھٰذہ، وقولی بالذی کنتِ تقولین،(۳۴)

"اس مصرع کو چھوڑ دے،اس سے پہلے جو پڑھتی تھی وہی پڑھ"۔

اس نوعیت کا ایک اور واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک آدمی نے کسی بات پر آنحضرت ﷺ سے کہا:"ماشاء اللہ وشئتَ "(جو اللہ اور آپؐ چاہیں)۔ آپؐ نے ان سے فرمایا:

اجعلتنی للہ ندّا؟ قل ماشاء اللہ وحدہٗ۔(۳۵)

"کیا تُو نے مجھ کو اللہ تعالیٰ کا ہم پلّہ بنا دیا؟،اس طرح کہو: جو تنہا اللہ ہی چاہے"۔

تعبیرِ حسن:

نعت گوئی کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ایک باصلاحیت سخن ور اس فن میں اپنے کمالِ مہارت کا مظاہرہ کرے،اور تمام تر فنی محاسن کا لحاظ رکھتے ہوئے خوب سے خوب تر الفاظ کا انتخاب کرے۔ سیرت النبی ﷺ سے متعلق کوئی بھی پہلو حسنِ تعبیر سے بیان کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔ آپ ﷺ کے اقوال وافعال اور کردار و اخلاق کا تذکرہ کرتے وقت اپنے اپنے تخیّلات کے خاکے میں وہ رنگ بھرے کہ ہر پڑھنے اور سننے والا نعت کے ایک ایک لفظ سے محبّتِ رسول ﷺ کی خوشبو محسوس کرے۔ اس لیے کہ بعض الفاظ ادب کے خلاف ہوتے ہیں اور بعض واقعات کو معمولی فرق سے غلط رنگ دیا جاسکتا ہے۔ سب سے پہلے بار بار یہ سوچ لے کہ نعت گوئی ہمارے ایمان کا مسئلہ ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ معمولی کوتاہی سے ثواب کی جگہ گناہ اور ایمان کے بجائے کفر کے قعرِ مذلّت میں جا پڑے۔ عثمانی(۳۶) فرماتے ہیں:

"نعت جتنی مقدس پاکیزہ اور جتنی شیرین صنفِ سخن ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ اتنی ہی نازک بھی ہے۔یہ محبوبِ مجازی کی تعریف والی غزلیں نہیں ہیں جن میں رہواری خیال کو بے لگام چھوڑ کر جو منہ میں آئے کہہ دیا جائے۔یہ اس ذاتِ گرامی کا تذکرہ ہے جس کی عظمت و تقدّس کے آگے فرشتوں کی گردنیں بھی خم ہیں۔لہذا ایک طرف تو ایک بے مایہ انسان اس احساس سے مغلوب ہوتا ہے کہ:

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

دوسری طرف اس ذاتِ اقدس کی صفات و کمالات کا تصّور الفاظ کی تنگ دامنی کا احساس دلاتا ہے، اور انسان یہ یقین کئے بغیر نہیں رہتا کہ اظہار و بیان کے جتنے اسلوب انسان کے تصرفات میں ہیں ان میں سے کوئی بھی اس ذاتِ گرامی کی حقیقی تعریف و توصیف کے لئے کافی نہیں ہو سکتا"۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالے سے مشابہات میں تعبیر حسن ہی سے کام لیا جاتا ہے، اسی طرح حبیب خدا ﷺ کی ذاتِ اقدس سے متعلق ہر پہلو سے اس کا لحاظ رکھنا ایمان کا تقاضا ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ان یلزم فی کلامہ عند ذکرہ ﷺ وذکر تلک الاحوال الواجب من توقیرہ وتعظیمہ ،ویراقب حال لسانہ ولا یھملہ وتظھر علیہ علامات الادب عند ذکرہ(۳۷)

"چاہئے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ سے متعلق اس قسم کے احوال کا تذکرہ کرتے وقت اپنے کلام میں آپ ﷺ کی توقیر و تعظیم کا لحاظ رکھے۔اور اپنی زبان کی کیفیت کی نگرانی کرے اور اس کو بے مہار نہ چھوڑے، آپ ﷺ کے تذکرے کے وقت آداب بجالانے کے آثار بھی نظر آنے چاہئے"۔

ظاہر ہے کہ جس ذاتِ اقدس کی تعریف پورا قرآن کر رہا ہو، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف وہی احترام و نہایتِ ادب کے قابل ہوں گے۔پھر یہ معاملہ اس نوعیت سے انتہائی حساس ہے کہ ہم جیسے عام لوگ خالقِ کائنات کے محبوب ﷺ کا تذکرہ کر رہے ہوں، تو اپنی کم مایگی اور ہیچمیدانی کا احساس تو کرنا چاہئے، کہ اس دنیا کے بڑے بڑے اولیا واقطاب اور علم و ہنر کے بحرِ ذخّار بھی اس میدان کو کس طرح پر خطر قرار دے کر احتیاط برتتے آئے ہیں؟

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

مطالعہ سیرت:

نعت گوئی اگر چہ ذوقِ شاعری سے ہی شروع ہوتی ہے، مگر اس کو کمال تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سیرتِ پاک سے کماحقہ واقفیت رکھی جائے۔اس کے لیے سیرت کی معتبر اور مستند کتابوں

کا بالاستیعاب مطالعہ اور آپ ﷺ کی سنّتوں کا حتّی الممکن اہتمام کی کوشش کرنا اس فن کو چار چاند لگا سکتا ہے۔ جس طرح محبوب کے خدوخال سے لے کر اس کے خاندان تک ساری چیزیں محبوب اور آگاہی کے قابل ہوتی ہیں، تو محبوبِ خداوند سردار انبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے شمائل، اخلاق، احوال اور آپ کے اصحاب و اہلِ بیتِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں بخوبی واقفیت اور ان کی محبّت و عقیدت بھی نعت گوئی کی روح ہے۔ باقی امور اللہ کے حوالے، بقولِ غالبؔ:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم　کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

نعت خوانی کے لوازم:

نعت گوئی کے ساتھ نعت خوانی بھی اللہ تعالیٰ کی ایسی دین ہے کہ یہ ہر کسی کو عنایت نہیں ہوتی۔ بلکہ موجودہ وقت میں پوری دنیا کے مسلمانوں کے پاس اگر کوئی متفقہ جائز غنا کی صورت ہے وہ صرف نعت خوانی ہی رہ گئی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی مشاہدہ رہا ہے کہ بہت ہی اچھے نعت گو شعرا کو اچھا نعت خوان میسر نہ ہونے کی وجہ سے ان کی نعتیں دنیا کی سماعت سے محروم رہ گئی ہیں۔ اس اہمیت کے پیش نظر ہمیشہ سے اچھے نعت خوانوں کی تلاش ہر طبقے کے لوگوں کو رہتی آئی ہے۔ عام مشاہدے کے مطابق کسی اچھے نعت خوان میں ذیل اوصاف ہونا بھی ضروری ہے، جن کا مختصر الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ حسنِ صوت

اچھی آواز کی نعمت بہت بڑی خوبی ہے، جس سے معمولی طرز کی نعت بھی گرانقدر بن سکتی ہے، اور نعت گو کی کمزوریوں پر بھی اس سے پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔ تلاوتِ قرآن اور نعت خوانی دونوں میں آواز کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، بلکہ خود تعلیمات اسلام کے مطابق ایسے موقع پر حسنِ صوت مطلوب ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے مقرر کردہ قرّاء، موذّنین اور شعرا حسنِ صوت کی صفت سے بھی متصف ہوا کرتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے:

کان لرسول اللہ ﷺ حاد حسن الصوت، فقال لہ رسول اللہ ﷺ: رُوید ایا انجشہ، لا تکسر القواریر (۳۸)

"رسول اللہ ﷺ کے ایک خوش آواز ہدی خوان تھے (جس کا نام انجشہؓ تھا) آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: انجشہ! ذرا احتیاط سے پڑھو، کہیں شیشے نہ ٹوٹ جائیں"۔

۲۔ حسنِ لباس

ہر محفل کے جداگانہ آداب ہوا کرتے ہیں، محفلِ نعت میں نعت خوان اپنی خوش لباسی سے بھی ناظرین کو متاثر کر سکتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ نعت خوان کا حلیہ اور اس کا لباس بھی سنّت کے مطابق ہو۔

۳۔ حسنِ انداز

نعت خوان کو نعت پڑھتے ہوئے دیکھ کر ہی محسوس ہو کہ یہ عقیدت و محبت میں ڈوب کر پڑھ رہا ہے۔ اس کا عاشقانہ انداز ناظرین کے اندر محبتِ رسول ﷺ پیدا کرنے میں کردار ادا کر سکتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم کسی نعت خوان کے اندر امام بوصیریؒ، جامیؒ اور رومیؒ کی کیفیات تلاش کرنے لگیں، یہ تو ہو نہیں سکتا، مگر اس کوشش میں تو رہنا چاہیئے۔ چونکہ یہاں اسی قسم کی سچی کیفیات پیدا ہونی چاہیئے، اگر از خود پیدا نہ ہوں تو آقا ﷺ کے تصوّر سے وقتی کیفیت بھی بنادی جائے تو یہ بھی کافی ہے۔ حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے دُعا کے آداب میں یہ فرمایا ہے کہ رو رو کر دُعا کرو، اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت ہی پیدا کر لو۔ اسی پر نعت خوانی کو قیاس کرتے ہوئے اگر حسنِ انداز اختیار کرنے کی کوشش کی جائے تو تاثیر میں جان پیدا ہو سکتی ہے۔

۴۔ حسنِ تفہیم

یہ بھی عام مشاہدہ ہے کہ جو نعت عام فہم ہوتی ہے، عوامی سطح میں جلد مقبول ہو جاتی ہے۔ لیکن شعری زبان کو سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے جو نعت پڑھی جائے اس کے مطالب سے آگاہی حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ پڑھنے کا حق ادا ہو سکے، اور اس کی تراکیب کی درست ادائگی کے ساتھ فنی محاسن سے لطف اندوز بھی ہو سکے۔

۵۔ لحنِ موسیقی سے اجتناب

کلاسیکی نعت خوانی ہمیشہ سے احترام کی نظر سے دیکھی جاتی رہی ہے۔ اور ایک روایتی اسلوب کے تسلسل کے ساتھ منتقل ہوتی آرہی ہے۔ مگر اکیس ویں صدی سے نعت خوانی میں بھی لحنِ موسیقی شامل ہو کر ایک جداگانہ انداز اختیار کر گئی ہے۔ اگر الفاظ کے بغیر صرف آہنگ و لحن کوئی سن لے، تو یہی محسوس کرے گا کہ کوئی گیت گایا جارہا ہے۔ یہ انداز تقریباً نظم و نغمہ خوانوں سے نعت خوانوں میں بھی منتقل ہو چکا ہے۔ نظم خوانی میں شاید اس کی گنجائش ہو گی، مگر نعت خوانی میں اس کی حوصلہ افزائی نہیں ہونی چاہیئے۔ ورنہ ہماری روایات ایک ایک ہو کر مٹتی جائیں گی، اور ہم اپنی ادبی روایتی شناخت بھی کھو بیٹھیں گے۔

۶۔ رقّاصانہ انداز سے اجتناب

ہیڈ مائک کی نقالی بھی ہماری نعت خوانی میں پاپ میوزک سے در آئی ہوئی ہے۔ بعض نعت خوانوں کی آواز بند کر کے ان کے انداز کو دیکھا جائے تو صاف محسوس ہو گا کہ کوئی فلمی گانا گاتے ہوئے ناچ رہا ہے۔ ہر عاشقِ رسولؐ نعت خوان کا حسنِ عقیدت یہی ہوتا ہے کہ وہ تصورات کی دنیا میں مدینہ طیبہ پہنچ کر آقا ﷺ کے حضور اپنا سلام پیش کر رہا ہے۔ اور کوئی بھی ہوش مند شخص روضۂ اطہر میں درود و سلام پیش کرتے وقت رقاصوں کا انداز ہر گز نہیں اختیار کر سکتا۔ تو نعت خوانی میں کیونکر جرأت ہو سکتی ہے؟۔

۷۔ میوزک سے پاک

جدید نعت خوانی میں لحنِ موسیقی کی طرف رجحان بڑھتا جا رہا ہے، جو کسی طرح بھی قابلِ ستائش نہیں ہے۔ ایک تو اس وجہ سے بھی کہ نعت خوانی براہ راست آنحضرت ﷺ کی خدمت میں میں نذرانۂ عقیدت کا اظہار ہے، اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو پامال کرتے ہوئے نہ کوئی عمل کارِ خیر میں شامل کیا جا سکتا ہے اور نہ میوزک سنا کر آپ ﷺ کو خوش کیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف اسلامی ادبیات میں کی روایت یہ رہی ہے کہ ہمیشہ سے نعت خوانی کو میوزک سے جدا کر کے رواج دیا گیا ہے۔ گویا یہ ہماری ثقافتی ورثہ کے بھی خلاف ہے۔

۸۔ شائستگی

ہر کارِ خیر میں شائستگی، وقار اور متانت مطلوب ہیں، تو نعت خوانی میں مزید شائستگی اختیار کرنے کی حاجت ہے۔ بیجا چیخ چیخ کر پڑھنے سے بھی اجتناب کرنا بہتر ہے۔ آخر سوچنا چاہئے کہ جب کسی نعت خوان کو دعوتِ نعت دی جاتی ہے، تو کہا جاتا ہے کہ "آقا ﷺ کے نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے فلاں صاحب تشریف لاتے ہیں"۔ تو نعت خوان کو بھی اس کا علم ہونا چاہئے کہ میں کہاں کھڑا ہوں؟۔ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ آقا ﷺ کی آواز سے اپنی آواز اونچی کرنا، آپؐ سے گفتگو کے وقت باہمی گفتگو کی طرح زور سے اور بے تکلفانہ بات کرنا بھی بے ادبی ہے، جس سے اعمال ضائع ہو سکتے ہیں۔

حوالہ جات و حواشی:

۱۔ الحلبی، علامہ علی بن برہان الدّین (۱۴۳۳ھ)، الشافعیؒ، السیرۃ الحلبیۃ، ج۱، دار المعرفۃ بیروت لبنان، ص ۳۵۲

۲۔ ملا علی القاری، العلامہ نور الدّین علی بن سلطان محمد، مرقاۃ المفاتیح، ج۹، المکتبۃ الرشیدیۃ، کوئٹہ، ص ۶۷۰

۳۔ ملا علی القاری، العلامہ علی بن سلطان محمد، الموضوعات الکبیر، نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب کراچی، سطن، ص ۹۳

۴۔ایضا،الموضوعات الکبیر ،ص۱۰۱۔

۵۔القرآن، آل عمران:۸۱

۶۔ قاضی عیاض الامام ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصی الاندلسی، الشفابتعریف حقوق المصطفیٰ، ج،ا،مکتبہ روضۃ القرآن،پشاور، سطن،ص۳۵

۷۔القرآن ،سورہ الم نشرح:۴

۸۔ملتانی، قاری محمد اسحاق(۲۰۱۰ء)،مرتب،مستند نعتیہ کلام ،مقدمہ "مفتی محمد تقی عثمانی،ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،لاہور،ص۵۰

۹۔البخاری،الامام محمد بن اسماعیل،صحیح البخاری ،ج۱،قدیمی کتب خانہ کراچی، سطن،ص۲۱

۱۰۔الشعراء:۲۲۵،۲۲۴،۲۲۶

۱۱۔کیفی،مسرور(۱۹۸۱ء)جمالِ حرم،پیشِ لفظ،کندن اسٹریٹ کراچی،ص۲۱

۱۲۔کیفی،مسرور(۱۹۸۱ء) جمالِ حرم مقدمہ،ابواللیث صدّیقی،کندن سٹریٹ کراچی نمبر ۲،ص۳

۱۳۔ایضا،جمالِ حرم،ص۱۰۔

۱۴۔القرآن،البقرہ:۱۰۴۔

۱۵۔القادری، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر،(۲۰۱۷ء)تحفّظِ ناموسِ رسالت،منہاج القرآن پبلیکیشنز،لاہور،ص۹۷

۱۶۔ایضا، الشفابتعریف حقوق المصطفیٰ ،ج۲،ص۱۵۴،

۱۷۔ایضا،ج۲،ص۱۵۱

۱۸۔الخفاجی،شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر،نسیم الریاض،ج۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، پاکستان، سطن، ص۲۵۶

۱۹۔القرآن ،النّور:۶۳

۲۰۔الالوسی،العلامہ ابی الفضل شہاب الدین السید محمود،روح المعانی ،ج۱۸،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ، سطن،ص۵۶۳

۲۱۔ایضا،تحفظِ ناموسِ رسالت،ص۴۷

۲۲۔القرآن ،الاحزاب:۴۰

۲۳۔ایضا،صحیح البخاری،ج۱،ص۹۰۹

۲۴۔علی المتقی،العلامہ علاء الدین علی بن حسام الدین الہندی،کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال،ج۔۱۱،مکتبہ رحمانیہ،لاہور،سطن،ص۲۰۶

۲۵۔القرآن،البقرہ:۲۸۵

۲۶۔القرآن ،البقرہ:۲۵۳

۲۷۔کنزالعمال،ج۱۱،ص۲۳۶

۲۸۔کنز العمال،ج۱۱،ص۲۳۶

۲۹۔کنزالعمال،ج۱۱،ص۲۳۰

۳۰۔مشکاۃ،مرقاۃ المفاتیح:ج۹،ص۶۹۰

۳۱۔ملا علی القاری،العلامہ علی بن سلطان محمد،مرقاۃ المفاتیح،ج۹،المکتبۃالرشیدیۃ،کوئٹہ،ص۶۸۹

۳۲۔مشکاہ،مرقاۃ،ج۸،ص۶۳۴)

۳۳۔مستند نعتیہ کلام،ص۵۸

۳۴۔صحیح البخاری ،ج۱،ص۳۷۷

۳۵۔ابن قیم،الامام شمس الدین محمد بن ابی بکر(۲۰۰۴ء)،زادالمعاد فی ھدی خیرالعباد،ج۲،دارالغد الجدید، بیروت،ص۱۰

۳۶۔مستند نعتیہ کلام،ص۵۸

۳۷۔الشفاء ،ج۲،ص۱۵۴

۳۸۔ایضا،زادالمعاد،ج۱،ص۴۸

❖ References:

1. Alhalbi, Allama Ali bin Burhan-u-Din(1433 H), Alshafi, *Alseerat-ul-Halbiyah*, volume I, Darul Marfah Beroot Lubnan, P 352
2. Mulla Ali Alqadri, Al Allama Noor-u-deen Ali bin Sultan Muhammad, *marqatul Mafateeh*, volume 9, Almaktabaht-u-Rasheediyah, Quetta, P 670
3. Mulla Ali Alqadri, Al Allama Ali bin Sultan Muhammad, *Almozuaat Alkabeer*, Noor Muhammad karkhana tijarat-e-kutab Karachi, satan, P 93

4. Ibid, *Almozuaat Alkabeer*, P 101
5. Al Quran, *All Imran*:81
6. Qazi Ayaaz-ul-imam Abul Fazal ayaz bin Moosa bin ayaz Alihsi Al Andlasi, Ashifa batareef Haqooq ul Mustafa, volume I, Maktabah Rozat ul Quran, Pishawar, satan, P 35
7. Al Quran, Surat *Alam Nashrah*:4
8. Multani, Qari Muhammad Ishaq(2010), Murattab, *Mustanad Naatiyah kalam*, Muqadamma " Mufti Muhammad Taqqi Usmani, idarah Taleefat-e-Ashrafiyah, Lahore, P 50
9. *Al Bukhari*, Alimam, Muhammad bin Ismail, *Sahee Bukhari*, volume I, Qadeemi Kutab Khana Karachi, satan, P 21
10. *Ashura*:224,225,226
11. Kaifi, masroor (1981) *Jamal-e-Haram*, paish lafz, kundan street Karachi, P 21
12. Kaifi, masroor (1981) *Jamal-e-Haram* Muqadamma, Abu lais Siddique, kundan street Karachi number 2, P 3
13. Ibid, *Jamal-e-Haram*, P 10
14. *Al Quran,* Al Baqrah:104
15. Al Qadri, Sheikh ul islam Dr. Muhammad Tahir,(2017) *Tahaffuz-e-Namos-e-Risalat*, Minhaj ul Quran Publications, Lahore, P 97
16. Ibid, *Asshifa Batareef Haqooq ul Mustafa*, volume II, P 154
17. Ibid, *Asshifa*, volume II, P 151
18. Alkhafaji, Shahab-u-Din Ahmad bin Muhammad bin Umar, Naseem-u-Riaz, volume II, Idarah taleefat Ashrafiyah Multan, Pakistan, satan, P 256
19. *Al Quran,* Al Noor:63
20. Alusi, Al Allama Abil Fazal Shahab-u-din syed Mehmood, *Rooh-ul-maani*, volume 18, Maktabah Rasheediyah Quetta, satan, P 563
21. Ibid, *Tahaffuz-e-Namoos-e-Risalat*, P 74
22. *Al Quran,* Al Ahzaab: 40
23. Ibid, *Sahee Bukhari*, volume I, P 909
24. Ali Almuttaqi, Al Allama Alaudin Ali bin Hassam-u-din Alhindi, *Kanzal Amaal fee Sunan Al Aqwal-o-Af'aal*, volume 11, Maktabah Rehmaniyah, Lahore, satan, P 206
25. *Al Quran* Al Baqrah: 285

26. *Al Quran* Al Baqrah: 253
27. *Kanzal Amaal*, volume 11, P 236
28. *Kanzal Amaal*, volume 11, P 236
29. *Kanzal Amaal*, volume 11, P 230
30. Mashkah, *Marqat-ul-Mafateeh*: volume 9, P 690
31. Mulla Ali Al Qadri Al Allama Ali bin Sultan Muhammad, *Marqat-ul-Mafateeh*, volume 9, Al Maktabaht-ur-Rasheediyah, Quetta, P689
32. Mashkah, *Marqah*, volume 8, P 634
33. *Mustanad Naatiyah Kalam*, P 58
34. *Sahee Bukhari*, volume I, P 773
35. Ibn-e-Qiyyam, Al Imam Shams-u-Din Muhammad bin abi Bakr(2004), Zaad-al-Maadafi Hadi Khair-ul-Ibad, volume II, *Dar-ul-Ghad Al Jadeed*, Beroot, P 10
36. *Mustanad Naatiyah Kalam*, P 58
37. *Asshifa*, volume 6, P 154
38. Ibid, *Zad-al-Maad*, volume I, P 48